علامہ سید تصدق بخاری

سرسید احمد خان محرف قرآن

حقائق

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ..... البقرہ ١٦٥
لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ
حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ
اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ
اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ
وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ
وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ
اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(المجادلہ - ٢٢)

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی شریک بنائے ہوئے ہیں۔ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ سے رکھنی چاہیئے۔ اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انہیں نہ پائیں گے کہ وہ ایسوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے پیغمبر کے مخالف ہیں، خواہ وہ لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان ثبت کر دیا ہے اور انہیں اپنے فیض سے قوت دی ہے اور انہیں ایسے باغوں میں جا داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوں گے اور وہ اللہ سے، یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں۔ خوب سن لو کہ اللہ ہی کی جماعت والے فلاح پانے والے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات صاف کردی ہے کہ مومن کامل و مخلص کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوست بھی اپنے محبوب حقیقی خالق و مالک کے دوستوں اور مخلصوں ہی کو رکھتا ہے اور اس کے باغیوں اور منکروں کو اپنا بھی دشمن سمجھتا ہے۔ بلفظ تصرف۔ علامہ دریابادی رحمہ اللہ۔

اس ارشاد نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ جو صاحب ایمان ہے وہ خدا کے نافرمانوں کو کبھی بھی اپنا دوست نہیں بنائے گا۔ اس بات کو ہر وقت اپنے ذہن میں مستحضر رکھنے کے لیے ہر روز وتر کی نماز میں یہ پڑھتے رہنے کا حکم ہے۔ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ط اور ہم اس سے الگ رہتے اور چھوڑتے ہیں۔ اس کو جو تیری نافرمانی کرے۔ یہ بات ذہن نشین کرتے چلیئے کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو یہ کہے کہ وہ سچے نبی ہیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے ۲۳ سالوں میں جو دعوتِ فکر اور تعلیم دی ہے اسے یہ کہہ کر یک سر بدل دے کہ یہ سرے سے ہی غلط ہے، وہ نافرمان نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت مولانا عبدالحق حقانی علیہ سحائب الرحمت والرضوان خامہ فرسا ہیں کہ سید صاحب قرآن کے معنی متعارف چھوڑ کر برخلاف سلف و خلف کے الگ راہ چلے ہیں اور دل کھول کر اپنے آزادانہ خیالات (کاسدہ) کو دخل دیا ہے مقدمہ تفسیر فتح المنان، المعروف بہ تفسیر حقانی ص۲۳۔

راقم آثم عرض پرداز ہے کہ سر سید خان بہادر نے ملائکہ، جن، شیطان، جنت، دوزخ، خارق عادت معجزات کے معنی میں یہاں تک غلو اور تغیر و تبدل کیا ہے کہ سرے سے کلام الٰہی کو الٹ پلٹ کر مذہب اسلام کو معاذ اللہ پہیلیوں کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

سر سید صاحب نے بھی خدا کے کلام قرآن حکیم کے ساتھ علامہ عبدالحقؒ کے ارشاد کے مطابق وہی سلوک کیا ہے جو ایک شاطر فقیر نے صفت ایمان کے کلمات کے ساتھ کیا تھا۔ علامہ موصوف ارقام فرماتے ہیں۔

ایک مداری فقیر نے میرے روبرو ایک روز۔ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ کے یہ معنی کئے کہ بی بی آمنتؔ کا ایک بلّا تھا وہ اس کی ملائی کھا گیا، اس نے اس کو کتوں سے پھڑوا دیا اور رسیوں سے باندھ دیا۔ العیاذ باللہ۔ اسی طرح راقم احقر نے بچپنے میں اپنے ہم عمر ایک عزیز سے جو پڑھنے کا نام بھی نہ لیتے تھے، پوچھا کہ كُلَّمَا رُزِقُوْا کا معنی کیا ہے؟ انہوں نے فوراً کہا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے سر پہ کُلّے رکھو اور روزے کھولو۔ اسی طرح میرے دادا مرحوم کے درس میں ایک غبی لڑکا تھا جو صرف ناظرہ قرآن پڑھتا تھا ایک دن راقم آثم نے صرف یہ دو جملے اسے بتائے کہ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ط کو اچھی طرح یاد کرو، بار بار بتانے کے باوجود وہ ان کا تلفظ تو یاد نہ کرسکا لیکن بڑے زور سے انہیں یوں پڑھتا رہا کہ۔ راہ ددھاندا وکھو وکھ۔ راہ ددھاندا وکھو وکھ۔ یعنی دونوں کی راہ الگ الگ ہے۔ پھر جب

اسے ڈانٹ کر کہا کہ یہ کیا پڑھتے ہو؟ آگے سے اس کا جواب یہ تھا کہ صاحب جی میں ابھی ان کے معنی یاد کر رہا ہوں۔ اسی طرح سر سید صاحب نے بھی اپنی تلفیقات[1] قاف[2] و دوال[3] کی بنا پر خدا کے کلام قرآن حمید کے کچھ ایسے ہی معنی کر کے پورے قرآن ہی کو بدل دیا ہے۔ سر سید صاحب کی تحریف القرآن المعروف بہ تفسیر القرآن اور کتابیں پڑھتے ہوئے یہ بات اصفیٰ و اجلیٰ واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ سید صاحب کتاب و سنت کے کاشف[4] اور پاکیزہ دینِ اسلام کے ناسخ تھے۔ جو حضرات سر سید کو مصلح اور ان کے تخیلات فاسدہ اور تحریفات کاسدہ کے سراب و حباب کو آبِ حیات کا سمندر سمجھ کر اس میں عقیدت و وابستگی کی کاغذی کشتیوں کی شناوری کرتے ہوئے تھکتے نہیں ان کو دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے کہ اب بھی سنبھل جائیں تو خداوند کریم غفور رحیم ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت سید صاحب دینِ اسلام کے معتقد نہیں تھے۔ بلکہ ڈھنکے کی چوٹ منتقد تھے۔ سر سید صاحب کے معتقد پیروکاروں کی خدمت میں مرافعہ گزار ہوں کہ اس ہیچ میرز کو سب و شتم کرنے سے پہلے ان کی تفسیر القرآن۔ خلق الانسان۔ الجن والجان علیٰ ما فی القرآن۔ کا بغور و تعمق بنظرِ امعان مطالعہ کر کے قرآن و احادیث کی تصریحات سے خود تقابل کر لیں۔ سر سید صاحب دینِ اسلام کی پٹڑی سے سینہ تان کر اس لیے اتر گئے ہیں کہ وہ مذہبی علوم کے کامل عالم نہ تھے دوسرا لغت عربی سے بالکل کورے تھے۔ تیسرا انہوں نے بغیر علم کے قرآن کی تفسیر لکھنا شروع کر دی ایک مفسرِ قرآن کو جن علوم کی مہارت کاملہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے ان میں سے وہ کسی ایک کے بھی ماہر نہ تھے۔ آج کل کے پٹواری کے امتحان کی سطح کا اس وقت مختاری کا امتحان ہوتا تھا جسے وہ پاس کر کے مغلیہ دور میں جج بن گئے پھر انگریزوں کے آتے ہی وہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے میں غرق ہو گئے عربی زبان اتنی وسیع و عمیق ہے کہ اس ایک ایک لفظ اپنے اندر معانی کا ایک سمندر سموئے ہوئے ہے مثلاً لفظ طیّب کو ہی لے لیجیے اور دیکھیے کہ یہ کتنے معانی میں استعمال ہوتا ہے لسان العرب میں ۲½ صفحات اس کے معانی سے بھرے پڑے ہیں جن میں سے صرف چند بطور نمونہ کے بقدر زیر پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ أرضٌ طيبة للتي تصلح للنبات۔	زرخیز زمین کو طیبہ کہتے ہیں۔
۲۔ وريح طيبة اذا كانت لينة ليست بشديدة۔	ہوائیں جب تندی کی شدت نہ ہو اور وہ خنک آمیز ہو کر نرمی سے چلے تو اسے ریح طیبہ کہتے ہیں۔

---

[1] جھوٹی باتوں کو آرائش دینا اور چمکانا [2] بیہودہ باتیں
[3] گھناونے والا۔ [4] جو کسی سے دل میں عداوت اور ظاہر میں دوستی رکھے۔

۳۔ طعمہ طیبہ اذا کانت حلالاً۔	کھانا جب حلال ہو تو اسے طعام طیب کہتے ہیں۔
۴۔ وامراۃ طیبہ اذا کانت حصانا عفیفہ۔	عورت جب محصنہ اور عفیفہ و پاکدامن ہو تو اسے امراۃ طیبہ کہتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ۔ النور

۵۔ الکلم الطیب توحید اللہ۔ شھادان لا الہ اِلاّ اللہ وَانّ مُحَمَّدًا رسول اللہ۔	اللہ کی توحید کا کلمہ طیب ہے یعنی یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اسی لیے پہلے کلمہ کو طیب کہتے ہیں۔
۶۔ وکلمۃ طیّبۃ اذا لَمْ یکن فیہ مکروہ۔	شستہ اور پاکیزہ کلام کو بھی کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔
۷۔ وبلدۃ طیبۃ ای آمنۃ کثیر الخیر۔	جہاں ہر طرح کا امن اور نیکیاں کثرت سے ہوں اسے بلدہ طیبہ کہتے ہیں۔
۸۔ حنطۃ طیّبۃ۔	صاف ستھری موٹے دانے والی گیہوں کو طیّب کہتے ہیں۔
۹۔ تربۃ طیّبۃ ای طاھرۃ۔	پاک مٹی کو بھی طیب کہا جاتا ہے جیسا کہ تیمم کی آیت میں ہے فتیمّمُوا صعیدًا طیبًا۔
۱۰۔ وزبون طیّبٌ اذا سھل مبایعتہ۔	دودھنے کے وقت بہت زانوں مارنے والی اذنٹنی جب نرمی سے کھڑی ہو کر دودھ دے دے تو اسے زبون طیب کہتے ہیں اسی طرح لڑائی میں جب فتح ہو تو اسے حرب طیّب کہتے ہیں۔
۱۱۔ وسبیٌ طیبٌ اذا لَمْ یکن غدرا ولا نقض عھدٍ۔	قیدی جب نہ غدر کرے اور نہ عہد توڑے اور مطیع و منقاد ہو کر رہے تو اسے سبی طیب کہتے ہیں۔
۱۲۔ طعام طیب للذی یَسْتَلِذُّ الآکل طعمہ	جس کھانے سے کھانے والے کو خوب لذت حاصل ہو وہ بھی طعام طیب ہے وہ بھی طعام

قولہ عزوجل - طبتم فادخلوھا خالدین معناہ کنتم طیبین فی الدنیا فادخلوھا الخ
(لسان العرب ص۵۶۴ ج ۱)

طیب ہے تم خوشی سے اس جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ تم دنیا میں کفر و شرک اور فسق و طغیان سے پاک رہے ہو، پاک لوگوں کی اسی جگہ میں داخل ہو جاؤ۔

طیب خلاف ہے خبیث کے اور خبیث حرام سے کنایہ ہے[۱]

سید صاحب جگہ جگہ لفظ فطرت اور سپر نیچرل استعمال کرتے ہیں اور اسی پر انہوں نے اپنے جدید متفرنج اسلام کی عمارت کی تعمیر شروع کردی لیکن قلت علم کی وجہ سے وہ لفظ فطرت کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں امتیاز نہ کر سکے۔ انگریزوں کی پشت پناہی سے علی گڑھ کالج تو قائم کر گئے لیکن اسلامی دنیا میں اپنے اسلامی تشخص کا اپنے ہی ہاتھوں جنازہ نکال کر چلے گئے۔ بقول شاعر ے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہم

سر سید کا مبلغ علم

انگریزوں کا کاروبار و کارگزار ہونے کی وجہ سے متفرنج حضرات میں سرسید صاحب نے بڑی مقبولیت کا شرف حاصل کیا جن کی کورانہ عقیدت کے دبیز پردوں نے خان بہادر صاحب کے حیاد و الحاد اور دین اسلام سے انحراف کو اتنا مستور و مکتوم اور مکنون (پوشیدہ) کردیا کہ سادہ لوح لوگ انہیں مصلح و محقق اور سنجات دہندہ سمجھ بیٹھے جس کے نتیجہ میں کچھ لوگ ایمانیات کے فوائد و اثرات سے بیگانے ہونے گئے اور تحقیق کے نام سے قرآن حکیم کو تختۂ مشق بنانے اور شروح قرآن احادیث نبوی کا انکار کرنا ہی اصل اسلام سمجھنے لگے، چنانچہ اسلم جیراج پوری اور غلام نبی المعروف عبداللہ چکڑالوی اور ان کے اعوان و انصار دین اسلام کو مکدر کرنے کے لیے محدثین کی جگہ مستحدثین بن کر منکر حدیث کہلوانے میں فخر کرنے لگے۔ اور امر واقع یہ ہے کہ احادیث نبوی قرآن کریم کی اصل شرح ہے حدیث کے بغیر قرآن فہمی کا دعویٰ کرنا ہی اعلان الحاد ہے۔ غور فرمائیے قرآن کریم نے وضو، نماز، روزے کا حکم صرف دیا ہے۔ ان کو کمل طریقے سے ادا کرنے کا طریقہ نہیں بتایا کیونکہ یہ فریضہ صاحب قرآن و شارح قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا اور انہوں نے بالہام الٰہی اپنے قول و فعل کے ذریعے سے بتایا ہے جسے زبان

---

[۱] آخر میں دیکھو استدراک۔

شرع میں احادیث کہتے ہیں۔ درحقیقت سرسید صاحب نے عالم ذہول میں قرآن کریم کی صریح نصوصات کی تحریفات کا جو بیڑا اٹھایا اس کی چار بڑی وجوہات تھیں ایک تو صاحب موصوف قرآن حکیم کے علوم سے کورے تھے۔ دوسرا وہ احادیث کے منکر تھے۔ تیسرا وہ عربی لغت میں معمولی شُدبُد رکھتے تھے اس کے قطعی طور پر ماہر نہ تھے۔ چوتھا وہ جاہ وجلال اور انگریزوں کی خوشنودی کی کارگزاری کے صحرا میں سرگرداں تھے جاہ وجلال کی حرص وآز کے لیے یہ ثبوت کافی ہے کہ انگریزوں کی انہوں نے ہر طرح سے مدد کی اور دہلی سے بھاگ کر لندن میں ملکہ وکٹوریہ کے سامنے سرنگوں ہوکر اسے سلام کیا اور اس کے قدموں میں گھٹنے کے بل جھک کر اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

ساری امت اجابت کی مخدرات ومستورات پیغمبر خدا کی روحانی بیٹیاں ہیں لیکن امت کو تعلیم دینے کی خاطر خواجہ کیہاں نے بیعت لیتے وقت بھی کسی عورت کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں پانی کے برتن میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے پھر صحابیات اس میں اپنے اپنے ہاتھ ڈال کر مطیع ومنقاد ہونے کا اقرار کرتی تھیں۔[۱] یا پھر چادر مبارک کا ایک سرا دست رسالت میں رکھتے اور دوسرا سرا بیعت کرنے والیوں کو پکڑا کر توحید و سنّت کی اتباع کا اقرار کراتے۔

پیغمبر خدا کی مخالفت بھی کرنا اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلوانا دونوں متضاد چیزیں ہیں کسی نے کہا ہے کہ ؎

لے جائے گا وہ راہ رو کو جادۂ منزل سے دور
جو جادہ سفر کا تیرے جادہ کے سوا ہے

سرسید خان بہادر صاحب کے قلب سقیم وفہم سقیم اور کلام سقیم نے دین اسلام میں جو جو تحریفات مکیدہ کی ہیں اور امت مسلمہ کے تمام علماء کرام جن میں محدثین ومفسرین مع ائمہ اربع اور امام بخاری جیسے اکابرین خدا کے مقرب ترین بندے بھی شامل ہیں۔ ان کی جو ہتک کی ہے اسے پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اب ان کو ثلج صدر کے ساتھ ملاحظہ فرماتے چلیے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا	اور جب وعدہ لیا ہم نے تم سے اور بلند
فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ الخ (البقرہ-۶۳)	کیا ہم نے تم پر طور پہاڑ کو۔

اس کے تحت سرسید اپنے ہتاک قلم سے تحریف مکیدہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

پہاڑ کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر نہیں رکھا تھا بلکہ آتش فشانی سے پہاڑ ہل رہا تھا اور وہ اس کے نیچے کھڑے یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے سروں پر گر پڑے گا۔

---

[۱] نصر الممتحنہ ۱۲۷۔ ما مست النبی بدہ امراۃ قط عن عائشۃ۔

دوسری جگہ یہ قصہ سورۂ اعراف میں آیا ہے۔ دونوں مقاموں میں چار لفظ ہیں جن کے معنی حل ہونے سے مطلب سمجھ میں آوے گا۔ رفع۔ فوق۔ نتق۔ ظلہ۔ رفع کے معنی اونچا کرنے کے ہیں مگر اس لفظ سے یہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بھی معلق ہو گئی ہو لازم نہیں آتی، دیوار اونچا کرنے کو بھی رَفَعْنَا کہہ سکتے ہیں حالانکہ وہ زمین سے معلق نہیں ہوتی۔ فوق کے لفظ کو بھی اس شے کا زمین سے معلق ہونا لازم نہیں ہے۔ نتق۔ کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جس کے معنی علماء نے بھی مذہبی عجائبات بنانے ہو۔ قلع کے بھی لئے ہیں۔ جس کو زمین سے یا جگہ سے علیحدہ کرنا لازم ہے اور رفع کے بھی لئے ہیں جس کو علیحدہ کرنا لازم نہیں ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے واذ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ ای رفعناہ وقلعناہ مگر قاموس میں اس کے معنی ہلا دینے کے لکھے ہیں۔ نتقہ۔ زعزعہ اور زعزع کے معنی ہلا دینے کے ہیں یعنی ہم نے پہاڑ کو ہلا دیا۔ اور الفاظ وظنوا انہ واقع بھم زیادہ تر پہاڑ کے ہلا دینے کے ہیں جس سے انکو اسکے گرنے کا گمان ہونا سبب ہے۔ ظلہ کے معنی سائبان کے بھی ہو سکتے ہیں۔ چھتری کے بھی ہو سکتے ہیں اور جو چیز ہم پر سایہ ڈالے اس کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اس چیز کا زمین سے معلق ہونا ضروری نہیں .... اب غور کرنا چاہیئے کہ واقعہ کیا تھا۔ بنی اسرائیل جو خدا کو دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کے نیچے کھڑے ہوئے تھے پہاڑ ان کے سر پر نہایت اونچا اٹھا ہوا تھا وہ اس کے سایہ تلے تھے۔ اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ میں تھا۔ جس کے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ ان پر گر پڑے گا۔ پس اس حالت کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں یاد دلایا ہے کہ۔ ورفعنا فوقکم الطور۔ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم۔ پس ان الفاظ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عجیب ہو یا مطابق واقع اور موافق قانون قدرت نہ ہو۔ ہاں مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعہ کو عجیب و غریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر (خدا ان پر رحمت کرے) عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے تفسیروں میں لغو اور بیہودہ عجائبات یعنی (معجزات) بھر دی ہیں۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ کوہ سینا کو خدا ان کے سر پر اٹھا لایا تھا کہ مجھ سے اقرار کرو نہیں تو اسی پہاڑ کے تلے کچل دیتا ہوں۔ اور بعضوں نے الخ .... یہ تمام خرافاتیں لغو و بیہودہ ہیں الخ (انظر، تفسیر القرآن ص۹۷ ج ۱ تا ص۹۹ ج ۱۔)

حضرات قارئین کرام و خوانندگان عظام یہ ہیں سرسید صاحب کے عقائد و نظریات کشیدہ اور خیالات و تحریفات مکیدہ اب قرآن و حدیث اور لغت عربی ہی کی ضوء میں سرسید کے دین اسلام سے مکاملاً انحراف و انحطاط پر متفرنج و مستغربین کی عقیدت کا پڑا ہوا دبیز پردہ اٹھا کر ان کی اصل شخصیت کو دیکھئے کہ انہوں نے علمی فلفسہ اور انکار حدیث کی وجہ سے خدا کے پاک کلام میں کیا کیا تحریفات اور تغیر و تبدل کیا ہے

جوں جوں آپ ان حقائق کو آگے پڑھتے جائیں گے نئے نئے انکشافات آپ کے سامنے آتے جائیں گے۔

سر سید صاحب نے علامہ قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی الشافعیؒ ولد ۵۹۰ھ توفی ۶۸۵ھ کی تردید میں لکھا ہے کہ انہوں نے نتقنا الجبل کا معنی۔

ای رفعناہ وقلعناہ۔ یعنی ہم نے پہاڑ کو اکھاڑ کر ان کے سروں پر بلند کیا مگر قاموس میں اس کے معنی ہلا دینے کے لکھے ہیں۔ بکمام

درحقیقت سید صاحب کی اس لن ترانی سے یہ بات خود بخود اجلیٰ واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مذہبی علوم اور عربی لغت کے بالکل کورے تھے اگر انہوں نے تفسیر بیضاوی پڑھی ہوتی اور حدیث کا انکار نہ کیا ہوتا تو وہ اس لغوی ذھول کا ارتکاب نہ کرتے۔ تمام عالم اسلام کے علماء علامہ بیضاوی کو محقق عالم اور عربیت کا ماہر تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اگر قاموس ہی میں نتق کے باقی معانی دیکھ لیتے تو بھی اس ذھول وزلت سے بچ جاتے یا پھر لغت عربی کے امام ابن منظور افریقی روح اللہ روحہ کی لسان العرب جو ان کے پاس موجود تھی اسے ہی دیکھ لیتے اور المحکم بھی ان کو مل سکتی تھی کیوں کہ کتب خانوں کی اہم کتب انگریزوں نے غصب کر لی تھیں۔ وہ انگریز کے ہی آدمی تھے اب نتق کے معانی بنظرِ عمیق وامعان ملاحظہ فرمائیے۔

نتق۔ پھاڑنا۔ بلند کرنا۔ پھیلانا (ملاحظہ ہو مصباح اللغات)

نتق۔ اٹھانا۔ اکھاڑنا۔ ملاحظہ ہو لغات سعیدی۔

نتق۔ الزعزعہ۔ سخت حرکت دینا۔ ستاروں کا ٹوٹنا کھینچنا۔

وجاء فی الخبر انہ اقتلع من مکانہ۔	حدیث میں آیا ہے کہ وہ پہاڑ اپنی جگہ سے (تھوڑی دیر کے لیے) اکھاڑ دیا تھا۔

حدیث میں قلع کا لفظ استعمال ہوا ہے اور قلع اس چٹان کو کہتے ہیں جو پہاڑ سے جدا ہو گئی ہو۔

النتق۔ وھو ان یقلع الشئ فیرفعہ من مکانہ لیرمی بہ۔ والناتق الفاتق۔	نتق کے معنی ہیں۔ کسی چیز کو اس کی جگہ سے اکھاڑ کر پھر اس کو اوپر اٹھا کر اس سے کسی کو مارنا۔ جدا کرنا۔
حدیث علی رضوان اللہ علیہ البیت المعمور نتاق الکعبۃ من فوقھا ای ھو مظلّ علیھا فی السماء (لسان العرب ص ۳۵۱-۳۵۲ جلد ۱۰)	سیدنا حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ بیت المعمور کعبہ شریف کی سمت الراس میں بالکل اس کے اوپر ہے۔ یعنی آسمان میں کعبہ شریف پر وہ سایہ کئے ہوئے ہے غور فرمائیے یہاں نتق کے معنی سمت الراس کے ہیں۔

(جاری)

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED